تحکیم کی مشروعیت، حکمت واہمیت

Condition of Tahkim, its importance and significance

*عبد الباسط

**ڈاکٹر قاری واحد بخش

ABSTRACT

Allah Almighty has endowed human nature with the attribute of tanafs (going ahead of each other) and dominating (overcoming each other) which lead human beings to mutual strife and disorder.shariat-e Islamia has ordered the establishment of a judicial system to end the feud between the parties and establish justice. There is also permission for mutual reconciliation and consolidation (mediation) between the parties. The term "Tahkeem" in Shari'a is a contract in which two or more persons agree to give one person or more persons the power to resolve a dispute between them, instead of going to a judge. In this research article, the legitimacy of arbitration has been stated in the light of Qur'an and Sunnah. "Tahamule-e sahaba" and previous Shari'ahs has also proved the justification of Arbitration. Also, the wisdom and importance of justification of consolidation has been explained. Islamic law is the easiest way to resolve disputes. And this ease is not as strong in the judicial system as it is in consolidation. As the reconciliation aspect prevails in the settlement, the dispute is settled and the bitterness in the hearts of the parties also goes away. Due to the long court system, financial savings, elimination of hostilities, easy access to arbitrators, observance of Sharia, and cover-up of family issues and other benefits, people prefer to settle their disputes through Arbitration rather than judicial system.

Key words: *Hadith, Tahkeem, Hikmat, Salesi*

اللہ تعالیٰ نے انسانی طبیعت میں تنافس یعنی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور تغالب یعنی ایک دوسرے پر غالب آنے کی صفت رکھی ہے۔ جو انسانوں کو باہمی جھگڑے اور فساد کی طرف لے جاتی ہے۔ فریقین کے درمیان باہمی جھگڑا ختم کرنے اور عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے جہاں عدالتی نظام قائم کرنے کا حکم دیا ہے وہاں فریقین کے درمیان باہمی صلح اور تحکیم (ثالثی) کی بھی اجازت دی ہے۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اس نے اپنے پیروکاروں کی رہنمائی ہمیشہ ایسے ضابطہ حیات کی طرف کی ہے جس پر عملدرآمد آسان اور سہل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ کو جب بھی دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا آپ نے آسان تر کو عمل کیلئے اختیار فرمایا۔ انسان مدنی الطبع ہے اور اجتماعی زندگی کے بغیر اپنی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل نہیں کر سکتا اجتماعی زندگی میں مفادات کے حصول میں ایک دوسرے کے ساتھ کبھی کبھی اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور اختلافات کے نتیجے میں کبھی کبھی تنازعات پیدا ہوتے ہیں اور تنازعات کے

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ وعربی، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

**اسسٹنٹ پروفیسر،، شعبہ علومِ اسلامیہ وعربی، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

حل اور تصفیے کا ایک بہترین طریقہ تحکیم ہے۔ تنازعات کے حل کے لیے شریعت اسلامیہ نے آسان تر طریق کو ترجیح دی ہے۔ اور یہ آسانی جس قدر تحکیم میں ہے اس قدر عدالتی نظام میں نہیں ہے۔

تحکیم کے لغوی معنی

تحکیم کا لفظ باب تفعیل سے مصدر ہے۔ حَکَّمَ یُحَکِّمُ تحکیما جس کے معنی ہیں "کسی کو حکم دینا" یعنی کہہ دینا کہ وہ فریقین کے درمیان فیصلہ کرے۔ اس کے معنی "جانچنے" کے بھی آتے ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ حَکِّم الیتیم کماتحکم ولدک۔ "یتیم بچے کو اس کا مال دینے سے پہلے اس کو اس طرح جانچو جس طرح اپنے بچے کو جانچتے ہو یعنی یہ معلوم کرو کہ وہ اس مال و دولت کو سنبھالنے کا اہل ہے اور اس مال کو ضائع تو نہیں کرے گا"۔ نیز حکم کے معنی ہیں "روکنا" اور حاکم کو اس لیے حاکم کہا جاتا ہے کہ وہ ظلم کرنے والے کو ظلم سے روکتا ہے۔ (1)

ثالث کو عربی زبان میں حَکَم اور مُحکَّم کہتے ہیں اور ثالث بنانے والے یعنی کسی تنازعے کے ہر دو فریق کو مُحَکِّم یا مُحتَکِم کہا جاتا ہے۔ (2)

قاموس المحیط میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے

(الحکم) بالضم: القضاء، ج: أحکام۔ وقدحکم علیه بالامرحُکماًوحکومة وبینهم کذٰلک۔ والحاکم: منفذالحکم کالحکَم، محرّکة، ج: حکّام۔ وحاکمه الی الحاکم: دعاهو خاصمه۔ وحکّمه فی الامر تحکیما: أمره أن یحکم۔ فاحتکم وتحکّم: جازفیه حکمه۔ والاسم: الاحکومة والحکومة (3)

ترجمہ:۔ حکم پہلے حرف پر پیش کے ساتھ، فیصلے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع احکام ہے اس کا صلہ علیٰ اور بین، دونوں سے آتا ہے اور حکم کا مصدر حکم بھی ہے اور حکومۃ بھی۔ جبکہ حاکم اس کو کہتے ہیں جو حکم نافذ کرتا ہے، جیسا کہ حکَم، کاف پر زبر کے ساتھ، ان کی جمع حُکام آتی ہے۔ اور جب کہا جاتا ہے حاکمہ الی الحاکم تو مراد ہوتی ہے جھگڑا ختم کرنے کیلئے اس کو حاکم کے پاس لے گیا، اور جب حکمہ فی الامر تحکیماً کہا جاتا ہے تو مراد ہوتی ہے: اسے حَکَم بنایا اور فیصلہ کرنے کو کہا۔ یہ کلمہ جب بابِ افتعال اور تفعل سے آتا ہے تو معنیٰ ہوتا ہے کہ اس معاملے میں اس کے حکم کو روا رکھا۔ جبکہ اس کلمے سے اسم اُحکومۃ بھی آتا ہے اور حکومۃ بھی۔

تحکیم کے اصطلاحی معنی

فقہاء کرام نے کئی عبارات کے ساتھ تحکیم کی تعریف کی ہے مجلۃ الاحکام العدلیہ نے تحکیم کی تعریف یوں کی ہے۔

"التحکیم عبارةعن اتخاذالخصمین حاکما برضاهما، لفصل خصوما تهما ودعوا هما "(4)

ترجمہ:۔ کسی تنازع کے فریقین کا اپنے باہمی تنازع اور دعوی کے حل کیلئے اپنی باہمی رضامندی سے کسی کو ثالث بنانا تحکیم کہلاتا ہے۔

علامہ البرقانی نے اس کا معنی یوں لکھا ہے۔

''تولية الخصمين المتنازعين حكما يحكم بينهما فيما تنازعا فيه فيكون الحكم بين الخصمين كا لقا ضى فى حق كافة الناس وفى حق غير هما بمنزلة المصلح''(5)

ترجمہ: تنازعے کے فریقین جب کوئی تنازعہ حل کرنے کے لئے کسی کو ثالث بنا دیتے ہیں تو اس طرح ثالث فریقین کے حق میں اس مقام کا حامل ہو جاتا ہے جیسے قاضی کو تمام لوگوں پر اختیار حاصل ہوتا ہے البتہ حکم کا مقام فریقین کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے مصلح جیسے ہوتا ہے۔

مندرجہ بالاعبارت کی توضیح یوں کی گئی ہے۔

فحقيقةالتحكيم ان يحتكم طرفان الى طرف ثالث يختار انه برضا هما ليكون حاكما بينهما فى دعواهما بدلا من القاضى۔(6)

ترجمہ: ثالثی کی حقیقت یہ ہے کہ فریقین اپنی مرضی سے قاضی کی بجائے کسی تیسرے شخص کو اس بات کے لئے منتخب کریں کہ وہ ان کے درمیان ان کے دعووں کی روشنی میں فیصلہ کرے۔

عصر حاضر کے بعض عرب محققین نے تحکیم کی تعریف یوں کی ہے۔

"عقد يتفق بموجبه شخصان او اكثر على ان يحيلوا الى شخص او اكثر الفصل بينهم فى نزاع قائم فعلا او متوقع الحدوث فى المستقبل بخصوص تنفيد عقد معين بدلا من الالتجا ءالى القضاء "(7)

ترجمہ: تحکیم ایسا عقد ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ افراد اپنے مابین جاری تنازع یا مستقبل میں واقع ہونے والا تنازع میں قاضی کے پاس جانے کے بجائے ایک فرد یا ایک سے زیادہ افراد کو حل کرنے کا اختیار دینے پر اتفاق کرلیں۔

قرآن اور تحکیم

تحکیم کے متعلق قرآن میں کئی مقامات پر احکامات نازل ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم موقع وہ ہے جب خاندان میں خاوند اور بیوی کے درمیان حالات کشیدہ ہو جائیں۔ خاندانی تنازعات کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ ان اکائیوں سے معاشرہ بنتا ہے۔ اگر خاندانوں کے اندر چپقلش ہو تو معاشرہ کبھی بھی استحکام پذیر نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے ان جیسے حالات میں سب سے پہلے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو نصیحت کرو، پھر اگر وہ فرمانبرداری اختیار نہ کریں تو ان کے بستر الگ کر دو، اس سے بھی اگر وہ فرمانبرداری اختیار نہ کریں تو ہلکی مار سے کام لو۔

واللاتى تخافون نشوزهن فعظو هن واهجرواهن فى المضاجع واضربوهن فان اطعنكم فلا تبغو اعليهن سبيلا ان الله كان عليا كبيرا۔(8)

ترجمہ: وہ بیویاں جو نافرمانی کی مرتکب ہوں پہلے تو ان کو نصیحت کرو اور انہیں بستروں میں جدا کرو اور انہیں مارو پھر اگر وہ اطاعت گزار بنتی ہیں تو ان پر زیادتی نہ کرو۔ اللہ برتر اور عظیم ذات ہے۔

اگر اس قسم کے اقدامات سے بیویاں سدھر گئیں تو ٹھیک ہے ورنہ حکم ہوا

وان خفتم شقاق بينهمافابعثواحكما من اهله و حكمامن اهلها ان يريدااصلاحا يوفق الله بينهما ان الله كان عليما خبيرا۔(9)

ترجمہ:۔اور اگر تمہیں زوجین کے درمیان ناچاقی پیدا ہونے کا ڈر ہو تو ایک ثالث خاوند کے خاندان والوں میں سے اور ایک ثالث بیوی کے خاندان والوں میں سے مقرر کرو۔ اگر زوجین کا ارادہ اصلاح احوال کا ہو گا تو اللہ تعالیٰ انہیں اس کی باہمی توفیق عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

اس حکم خداوندی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں ذمہ دار لوگوں کی غفلت اسلام میں قطعاناپسندیدہ ہے۔ البتہ اس اہم فریضہ کے نبھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ثالث کی ثالثی کو ترجیح دی کیونکہ اس میں مصالحت کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ قاضی کی جبر سے اگر ان کے درمیان کوئی فیصلہ ہوتا بھی ہے، تو اگر ان کے دلوں کی کدورت دور نہ ہو تو اس میں پائیداری نہیں آسکتی۔

اس طرح ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

سماعون للكذب اكّٰلون للسحت فان جاء وک فاحكم بينهم او اعرض عنهم وان تعرض عنهم فلن يضروک شيا ۔وان حكمت فاحكم بينهم بالقسط ان الله يحب المقسطين وكيف يحكمونک وعندهم التوراة فيها حكم الله ثم يتولون من بعد ذٰلک وما اولٰئک بالمومنين۔(10)

ترجمہ:۔اے پیغمبر! (یہود) بہت زیادہ جھوٹ سننے والے اور حرام کھانے کے عادی ہیں۔ اگر آپ کے پاس کوئی فیصلہ دینے کے لئے آئیں، تو اگر آپ ان کے درمیان کوئی فیصلہ کریں یا ان کو نظر انداز کریں یہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتے۔ اور اگر آپ ان کے درمیان کوئی فیصلہ کریں تو انصاف کے ساتھ کریں۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ اور یہ تمہیں کیسے فیصلہ کرنے والا بناتے ہیں حلانکہ ان کے پاس توراۃ ہے جس میں حکم خداوندی موجود ہے۔ پھر بھی یہ اللہ کے حکم سے منہ موڑتے ہیں۔ درحقیقت یہ مومن نہیں ہیں۔

ان آیات کی شانِ نزول کے بارے میں احادیث میں وارد ہے کہ یہود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک زانی مرد اور عورت کے بارے میں حکم پوچھنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ توراۃ میں رجم کے بارے میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو صرف ان کی تذلیل و تحقیر کرتے ہیں اور انہیں کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ عبد اللہ بن عبد السلام نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو توراۃ میں رجم کی آیت موجود ہے، چنانچہ رجم کی آیت دیکھی گئی۔ حضورؐ نے دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا اور انہیں رجم کیا گیا(11)

اِن آیات سے تحکیم کی واضح مشروعیت معلوم ہوتی ہے جیسے کہ فا حکم بینھم کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔ حالانکہ تحکیم کی مشروعیت سے اسلامی سلطنت اور قاضی کے اختیارت متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن شرع نے ایک طرف حکومتی منصبدار کے ذریعے اس کا تدارک کیا اور دوسری طرف ثالثی کی اجازت دیدی تا کہ قاضی کا بوجھ ہلکا کیا جاسکے۔ البتہ یہاں پر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ثالث صرف مالی معاملات جیسے امور کا تصیفہ کر سکتا ہے حدود اور فوجداری مقدمات کا تصیفہ کرنے کا ثالث مجاز نہیں ہے۔

نیز نبی کریم ﷺ چونکہ اس وقت مسلمانوں کے امام اور بادشاہ تھے اور مدینہ منورہ کی اسلامی حکومت کی رعیت میں یہود بھی شامل تھے اس لیے حضورؐ کی فرمان پر ان پر حدِ رجم جاری کیا گیا۔۔۔

حدیث اور تحکیم

حدیث سے بھی ثالثی کی مشروعیت واضح ہے اور بہت سی احادیث اس سلسلے میں حضور ﷺ سے منقول ہیں۔

عن شریح بن ھانی عن ابیه ھانی انه لماوفدالی رسول الله ﷺ مع قومه سمعھم وھم یکنون ھانی اباالحَکم ،فدعاه رسول الله ﷺ فقال ان الله ھو الحَکم والیه الحُکم فلم تکنی اباالحَکم ؟ قال ان قومی اذااختلفوافی شی آتونی فحکمت بینھم فرضی عنی کلا الفریقین قال رسول الله ﷺ مااحسن ھذا فمالک من الولد ؟ قال لی شریح وعبدالله ومسلم۔ قال فمن اکبرھم ؟ قال شریح قال فانت ابو شریح و دعاله ولولده (12)

ترجمہ:۔ شریح بن ہانی اپنے والد ہانی سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں اپنی قوم کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضورؐ نے میری قوم والوں کو مجھے ابوالحکم کہتے ہوئے سنا۔ حضور نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ حکم تو اللہ تعالی کی ذات ہے اور حکم اللہ ہی کا چلتا ہے آپ نے ابوالحکم کنیت کیوں رکھی ہے؟ ہانی نے عرض کی کہ میری قوم والوں کے درمیان جب کسی بات پر اختلاف پیدا ہوتا ہے تو وہ میرے پاس آتے ہیں میں ان کے درمیا ن فیصلہ کرتا ہوں اور اس سے دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے لیکن کیا آپ کی اولاد ہے۔؟ میں نے عرض کی کہ شریح، عبداللہ اور مسلم میرے بیٹے ہیں۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ ان میں بڑے کون سے ہیں؟ میں نے عرض کی کہ شریح۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اپ ابوشریح ہیں اور میرے لیے اور میرے بیٹے کے لیے دعا فرمائی۔

اس حدیث سے تحکیم کی مشروعیت پر واضح دلالت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ حضورؐ نے ابوالحکم کنیت رکھنے کی وجہ جان کر خوشی کا اظہار فرمایا۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوسعید الخدری سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں

قا ل نزل اھل قریظة علی حکم سعد بن معاذ فارسل النبی ﷺ الی سعد فاتی علی حمار فلمادنا من المسجد قال للا نصار قومواالی سید کم او خیر کم فقال ھولاء نز لواعلی حکمک فقال تقتل مقاتلیھم وتسبی ذراریھم قال قضیت بحکم الله (13)

ترجمہ:۔ بنو قریظہ نے سعد بن معاذ کے حکم پر قلعے سے اترنے پر راضی ہوئے۔ چنانچہ حضورؐ نے سعد کو بلایا۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے جب مسجد کے قریب پہنچے تو حضورؐ نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار کو لینے کے لیے اٹھو۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کے فیصلے پر قلعہ سے اترے ہیں۔ سعد بن معاذ نے کہا کہ میرا فیصلہ

یہ ہے کہ ان میں سے جو لڑائی لڑنے کے قابل ہیں ان کو قتل کیا جائے اور چھوٹے بچوں کو غلام بنایا جائے حضور نے فرمایا کہ آپ نے اللہ تعالی کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

اس حدیث میں حضورؐ کے عمل سے تحکیم کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے سعد بن معاذؓ کے فیصلہ کی تصویب و تحسین فرمائی اور پیغمبر کسی ایسی چیز کی تحسین نہیں فرماسکتے جو دین کے بنیادی قواعد واصول کے خلاف ہو۔

تعاملِ صحابہ اور تحکیم

تحکیم کے ذریعے فیصلہ کرانا صحابہ کرامؓ کے تعامل سے بھی ثابت ہے، یہاں مختصراً کئی روایات ذکر کی جاتی ہیں۔

1: عن جرير بن عبدالحميد عن ابى اسحٰق الشيبانى عن الشعبى قال ساوم عمر بن الخطاب بفرس فركبه ليشوره فعطب فقال للر جل خذ فرسک فقال الر جل لا ، قال اجعل بينى وبينک حَكَماً قال الرجل شريح۔ فتحاكما اليه فقال شريح يا امير المومنين خذماابتعتَ اوردّ كمااخذتَ ،فقال عمر وهل القضاء الاھٰكذا؟ سرالى الكوفة،فبعثه قاضياً عليها(14)

ترجمہ:۔ جریر بن عبد الحمید، ابی اسحاق سے اور ابی اسحاق شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر ایک گھوڑا خرید نے سے پہلے اسے دیکھنے کے لیے اس پر سوار ہوئے۔ اس دوران گھوڑا گر کر زخمی ہوا۔ حضرت عمر نے بائع سے کہا کہ گھوڑا لے لو۔ اس نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ پھر کسی کو ثالث بناؤ۔ گھوڑے کے مالک نے کہا کہ شریح کو ثالث بناتے ہیں۔ چنانچہ دونوں نے اس کو ثالث بنایا۔ شریح نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! جو چیز آپ نے لی ہے وہ لے لو یا پھر جس طرح کی لی تھی ویسے ہی واپس کردو۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ فیصلہ تو ایسا کیا جاتا ہے۔ اور حکم دیا کہ کوفہ چلو اور اسے کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔

:2 حضرت عمر اور حضرت ابی کعب نے اپنے تنازع میں حضرت زید بن ثابتؓ کو ثالث بنا کر فیصلہ کرنے کا اختیار دیا تھا۔

بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ امام شعبی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور اُبی بن کعبؓ کے درمیان خصومت تھی۔ تو عمرؓ نے فرمایا

اجعل بينى وبينک رجلا،فقال: فجعلا بينهمازيد بن ثابت ۔الخ(15)

ترجمہ:۔ کسی کو میرے اور اپنے درمیان حکم مقرر کریجئے، چنانچہ دونوں نے زید بن ثابتؓ کو حکم اور ثالث مقرر کیا۔ دونوں حضرات زید بن ثابتؓ کے پاس پہنچ گئے۔ عمرؓ نے فرمایا کہ ہم آپ کے پاس فیصلہ کروانے آئے ہیں۔ زید بن ثابتؓ کے گھر میں ثالثی ہوا کرتی تھی۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ زیدؓ نے اُبی بن کعبؓ سے فرمایا۔ قسم امیر المؤمنین پر آتی ہے اگر آپ چاہیں تو معاف کریں۔ راوی کہتا ہے کہ جس وقت یہ حضرات حضرت زیدؓ کے پاس آئے تو انہوں نے عمرؓ کو اپنے بستر پر نمایاں جگہ بٹھایا۔ عمرؓ فرمانے لگے کہ یہ تو تیری پہلی بے انصافی ہے مجھے

اور میرے خصم کو ایک ساتھ بٹھا دیجئے۔ چنانچہ دونوں نے اپنا مدعا بیان کیا حضرت عمر نے قسم کھائی تو فیصلہ اس کے حق میں دے دیا گیا۔

3:اس طرح حضرت طلحہ اور حضرت عثمان بن عفان نے زمین کے تنازعہ میں حضرت جبیر بن مطعم کو حَکَم بناکر فیصلہ کرنے کا اختیار دیا تھا(16)

4:خلیفہ رابع حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جب اہلِ کوفہ نے حضرت حسن بن علی کے ہاتھ اور اہلِ شام نے حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ بیعت کی اور پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل آگئے اور قریب تھا کہ دونوں میں جنگ شروع ہو جائے لیکن ان کے درمیان حضرت عبد الرحمن بن سمرہ اور عبد اللہ بن عامر نے مصالحتی کردار ادا کر کے صُلح پر راضی کیا(17)

5:حضرت عمر نے اپنے دورِ خلافت میں قاضیوں کے نام ایک فرمان جاری کیا تھا کہ رشتہ داروں کے باہمی مقدمات کو ان کی برادری میں واپس کیا کرو تاکہ وہ آپس میں بیٹھ کر باہمی صلح کی کوئی صورت نکالا کریں آپ کے فرمان کے الفاظ یہ ہیں

رُدواالقضاءبین ذوی الارحام حتیٰ یصطلحوافان فصل القضاءیورث الضغائن(18)

ترجمہ۔ رشتہ داروں کے باہمی مقدمات کو انہی میں واپس کردو تاکہ وہ خود آپس میں صلح کی صورت نکال لیں کیونکہ قاضی کا فیصلہ دلوں میں بغض وعداوت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

فقہاءِ کرام نے تحکیم، جرگہ اور پنچایتی فیصلوں کے لئے حضرت عمر کے اس فرمان کو خاص بنیاد بنایا ہے نیز فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ حضرت عمر کا یہ فرمان رشتہ داروں کے باہمی فیصلوں سے متعلق ہے لیکن جو علت اور حکمت اس فرمان میں مذکور ہے کہ عدالتی فیصلوں سے دلوں میں بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے وہ علت رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں دونوں میں عام ہے لہذا غیر رشتہ داروں میں بھی اس طریقہ کار کو جاری رکھنا چاہئے۔(19)

6:حضرت عمر نے ایک مرتبہ مسجد نبوی کی توسیع کیلئے حضرت عباس سے زمین طلب کی انھوں نے انکار کردیا دونوں نے سید القراء حضرت ابی بن کعب کو اپنے درمیان حَکَم بناکر فیصلہ کرنے کا اختیار دیا اور دونوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کا فیصلہ تسلیم کرلیا(20)

7:حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے مابین ہونے والی جنگ صفین کے بعد دونوں فریقین تحکیم پر راضی ہوئے حضرت علی کی طرف سے حضرت ابو موسی اشعری کو اور حضرت امیر معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص کو حَکَم بنایا گیا اور دونوں فریقین نے حکَمین کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا(21)

قیاس سے تحکیم کا جواز

قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ تحکیم جائز ہو اس کی دو عقلی وجوہات ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ جس طرح حَکَم بنانے والے متنازع فریقوں کو اپنے اوپر ولایت حاصل ہوتی ہے اس طرح ان کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ کسی اور کو اپنے اوپر ولایت دیں اور فیصلہ کا اختیار کسی اور کو سونپ دیں۔

2۔ اگر تحکیم کے عدمِ جواز کا قول کیا جائے تو لوگوں کے لئے تنگی اور مشکل پیدا ہو گی اور یہ بھی معلوم ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے جب تک حرمت اور عدمِ جواز کی طرف لے جانے والی دلیل موجود نہ ہو۔ چونکہ تحکیم کے جواز والے قول میں لوگوں

کے لئے آسانی ہے وقت بھی کم خرچ ہوتا ہے اور قاضی تک رسائی بعض لوگوں کے لئے مشکل ہوتی ہے اور یا اس کے سامنے پیش ہونے میں حرج محسوس کرتے ہیں اس لئے تحکیم کا جائز ہونا عقل اور قیاس کا تقاضہ ہے۔

ماقبل شریعتوں میں تحکیم کا ثبوت

اسلامی تعلیمات کی رو سے قرآن حدیث اوراجماع امت سے ثالثی کی مشروعیت ثابت ہونے کے بعد اگر ہم دیکھیں تو ماقبل کی شریعتوں سے بھی ثالثی کی مشروعیت واضح ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔

قال قال رسول الله ﷺ بینماامرأتان معهما ابنائهُماجاء الذئب فذهب بابن احدهما،فقالت هذه لصاحبها انماذهب بابنک انت، وقالت الأ خری انماذهب بابنک، فتحاکمتاالی داؤدعلیه السلام فقضی به للکبری،فخرجتاعلی سلیمان بن داؤدعلیهماالسلام فاخبرتاه ، فقال ائتونی بالسکین اشقه بینکما، فقالت الصغریٰ لا تفعل یر حمک الله هو ابنهافقضیٰ به للصغریٰ۔(22)

"رسول ﷺ نے فرمایا کہ دو عورتیں تھیں ہر ایک کے پاس اس کا اپنا بیٹا تھا۔ اس دوران بھیڑیا ان میں سے ایک کا بیٹا لے گیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ بھیڑیا تیرا بیٹا لے گیا ہے دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرا بیٹا لے گیا ۔ دونوں داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ لے گئیں۔ داؤد نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کیا۔ واپس جاتے ہوئے حضرت سلیمان پر سے ان دونوں عورتوں کا گزر ہوا اور ماجرا سنایا۔ سلیمان نے کہا کہ ایک اچھی چھری لے آؤ تاکہ میں اسے دو ٹکڑے کرکے ان میں تقسیم کردوں۔ چھوٹی نے عرض کیا کہ اس کے ٹکڑے مت کرو یہ اس کا بیٹا ہے۔ چنانچہ سلیمان نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔"

اس قصہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تحکیم گزشتہ شرائع میں بھی مشروع تھی۔

تحکیم کی مشروعیت کی حکمت

اسلام کے ہر اصول کے پس پشت کوئی نہ کوئی فلسفہ اور مقصد کار فرما ہوتا ہے خواہ اس کا تعلق فرد کے ساتھ ہو یا معاشرے کے ساتھ یا حکومت کے ساتھ۔ پھر معاشرتی زندگی میں لوگوں کے حقوق وفرائض آپس میں مربوط ہوتے ہیں اور آئے روز اس قسم کے معاملات میں ضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے اسلام نے اس کے حل کے لیے آسان طریقہ کار کو ترجیح دی ہے اور یہ آسانی جس قدر تحکیم یعنی ثالثی میں ہے عدالتی نظام میں موجود نہیں ہے۔ تحکیم میں تنازعہ تصفیہ ہونے کے ساتھ ساتھ دلوں کی کدورت بھی جاتی رہتی ہے کیونکہ اس میں مصالحت کا پہلو غالب رہتا ہے۔ مسعودی لکھتے ہیں۔

ثم ان حاجة الناس الی التحکیم لم تزل قائمة لد فع المشقة عن العباد مصداقا لقو له تعالی یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر(قرآن، البقرة :185) فلولم یجز التحکیم لضاق الامر علی الناس ، لا نه یصعب علیهم الحضور الی مجلس الحکم کلما نشأت خصومة فتعین العمل بالتحکیم للحاجة وطالماان عملیة الترافع امام المحاکم تستدعی

اطالة زمن التقاضی لطبیعة الاجرأت المتبعة امام المحاکم ، ممایؤدی الی اضارة الوقت واهدار الجهد کماانه قد یضیق وقت الحاکم عن استیعاب قضایاه ،فیترتب علی کل ذالک اضاعة بعض الحقوق، من اجل ذالک کله اوجب الشرع العمل بالتحکیم لدفع المشقة عن الناس والتیسیر علیهم(23)

"ثالثی کے لیے لوگوں کا احتیاج ہمیشہ سے رہاہے کیونکہ اس کی وجہ سے لوگوں کی مشکلات میں کمی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی یہی چاہتے ہیں کہ لوگوں پر آسانی رہے اور اُنہیں تنگی کا سامنا نہ ہو اور اگر تحکیم تک لوگوں کی رسائی نہ ہو تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے ہیں کیونکہ ہر تنازعہ کے پیش آنے پر قاضی کے عدالت میں حاضر ہونا مشکلات کا سبب بنتا ہے۔اس لیے تحکیم کا جواز ضروری ہے خصوصاًجب قاضی کی عدالت میں پیش ہونا معاملے کے طویل ہونے کا سبب بنے کیونکہ قاضی عدالتی معاملات کے ایک نہ ختم ہونے والے سلسلے میں مصروف ہوتا ہے جس سے تنازعے کے فریقین کا وقت ضائع ہوتا ہے اور حاکم وقت کی مصروفیات میں بھی غیر ضروری اضافہ ہوتا ہے ان باتوں سے بعض حقوق کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے چنانچہ شریعت نے تحکیم پر عمل کرنے کی اجازت دے رکھی ہے تاکہ لوگ مشکلات میں واقع نہ ہوں اور اُن کیلئے آسانی رہے۔"

اسلام میں تحکیم (ثالثی) کی اہمیت

اسلام دین فطرت ہے۔اس نے اپنے پیروکاروں کی رہنمائی ہمیشہ ایسے ضابطہ حیات کی طرف کی ہے جس پر عملدر آمد آسان اور سہل ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضورؐ کو جب بھی دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا آپ نے آسان تر کو عمل کیلئے اختیار فرمایا۔ انسان اجتماعی زندگی کے بغیر ضروریات زندگی کی تکمیل نہیں کر سکتا اور اجتماعی زندگی میں مفادات کے حصول میں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراؤ انسان کی پہلی نسل سے چلا آرہا ہے۔ ٹکراؤ کے نتیجہ میں تنازعات پیدا ہوئے اور تنازعات کے حل کی ضرورت نے انسان کو تصفیے کا شعور دیا۔ چنانچہ یہاں سے تحکیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور لوگ تحکیم سے مانوس ہونے لگے لوگوں کے تنازعات بغیر خون خرابہ کے طے ہونے کا آغاز ہوا تو
لوگوں کو جان ومال کے تحفظ کا احساس ہونے لگا۔
تحکیم کی اہمیت علامہ مسعودی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کان نظام الجماعات القدیمة یقوم علی المصلحةالمعتمدة علی القوة ، غیران ذالک لم یدم طویلاحیث حل التصالح والتحکیم محل القوة بفضل نفوذرؤساءالجماعات وذوی الرأی فیهم الذین ادرکواان مصلحتهم عدم الا حتکام الی القوة ، لما تجرهم علیهم من حروب وویلات طالماوجدواوسیلةاخریٰ لفض منازعتهم، یصونون بهادمائهم ویحفظون اموالهم وعلاقاتهم مع غیرهم۔(24)

"قدیم زمانے میں لوگ اپنی بہتری اور مفاد طاقت میں مضمر سمجھتے تھے لیکن یہ سلسلہ زیادہ عرصہ نہ چلا کیونکہ چاقت کی جگہ صلح اور تحکیم نے لے لی جب قبیلوں کے سرداروں اور صاحب الرائے لوگوں کو یہ ادراک ہوا کہ ان کی بھلائی طاقت کے حصول اور اس کے استعمال میں نہیں ہے کیونکہ طاقت کے حصول کی کوشش کی وجہ سے جنگیں بھڑک اٹھتی ہیں اور مصائب ٹوٹ پڑتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ تنازعات کے تصفیہ کے لیے تحکیم کا آپشن بھی موجود ہو جس کی وجہ سے لوگوں کا خون اور ان کے مال ومتاع محفوظ کیے جاسکتے ہیں نیز اس کی بدولت ایک دوسرے کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کئے جاسکتے ہیں۔"

پھر جب لوگوں نے دیکھا کہ خصومات کے خاتمے کیلئے تحکیم آسان ترین طریقہ ہے ثالث کے تقرر سے مختصر وقت میں کسی متنازعہ امر کا تصیفہ جبر سے نہیں بلکہ باہمی رضامندی اور صلح سے ہو جاتا ہے، انصاف کے تقاضے بھی پورے ہو جاتے ہیں اور غیر معمولی خرچے اور اخراجات بھی نہیں آتے ہیں تو انہوں نے اس عمل کو تحسین کی نظروں سے دیکھا اور جب تک منظم حکومتوں کے قیام کے ساتھ عدالتی نظام کا قیام عمل میں نہیں آیا حصول انصاف کیلئے تحکیم ہی واحد ذریعہ تھا۔(25)

مابعد التاریخ کے ادوار میں سب سے پہلے یونانی معاشرہ تحکیم سے مستفید ہوا اور اس کی وجہ سے ان کے شخصی اور گروہی اختلافات حل ہونے کی ابتداء ہوئی، تحکیم ہی کے ذریعے سے انہوں نے دینی، دنیاوی، معاشی اور معاشرتی مسائل کے حل کا طریقہ نکالا، وقت کے ساتھ ساتھ تحکیم کی شکل وصورت بھی مختلف ادوار میں تبدیل ہوتی رہی۔ ابتدا میں مدعی اور مدعاعیہ کو مختلف قسم کی کڑی آزمائشوں سے گزارا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر ابلتے پانی میں ہاتھ ڈالنا، تپتے انگاروں کو ہاتھ میں لینا یا ان پر چلنا وغیرہ۔ بعض اوقات فریقین کو بھڑایا جاتا تھا اور جو غالب آتا فیصلہ اس کے حق میں کیا جاتا۔(26)

عربوں میں اسلام سے پہلے کوئی منظم شخصی یا عوامی حکومت موجود نہیں تھی جو طاقت کے ساتھ معاشرتی جرائم کی روک تھام کرتی۔ ہر قبیلے کا ایک سردار ہوتا تھا جو قبیلے کے اندرونی اور بیرونی معاملات کا تصفیہ مروجہ طور طریقوں کے مطابق کرتا۔ سردار چونکہ اپنے دور کے لحاظ سے صاحبِ بصیرت اور ذی رائے ہوتا تھا اس لیے لوگوں کے پاس اس کا فیصلہ ماننے کے علاوہ کوئی اور چارہ کار باقی نہ رہتا۔ کبھی کبھار دو قبیلوں کے درمیان کوئی تنازعہ اٹھ کھڑا ہوتا جس کیلئے کسی تیسرے قبیلے کے سردار کو حَکَم بنا کر اس سے تصفیہ کرایا جاتا تھا۔ بعض اوقات ایک قبیلہ کے دو افراد کے درمیان سردار بننے پر تنازعہ پیدا ہوتا اور اس کا فیصلہ بھی کسی تیسرے قبیلہ کے سردار کے تقرر سے ہوتا۔ تنازعات کا فیصلہ کرانے کیلئے وقتاً فوقتاً کاہنوں سے بھی مدد لی جاتی تھی۔ مشہور حَکَم افراد کے سلسلے میں مؤرخین نے کئی نام ذکر کیے ہیں جن میں سے حاجب بن زرارہ، اقرع بن حابس، قس بن ساعدہ، اکثم صیفی اور عبد المطلب بن ہاشم مشہور تھے۔ ڈاکٹر شہناز صاحب لکھتے ہیں

"اسلام سے قبل یعنی زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ تنازعات کا فیصلہ طے کرنے کیلئے فریقین کسی کو حَکَم بنا لیتے تھے اور اس کے فیصلہ کا انتظار کرتے پھر اگر حَکَم کا فیصلہ فریقین میں سے کسی کیلئے قابلِ قبول نہ ہوتا تو وہ کسی اور کو حَکَم بناتا، اگر اس کا فیصلہ بھی منظور نہ ہوتا تو کسی تیسرے شخص کو حَکَم بنایا جاتا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا تا آنکہ فریقین کسی ایسے حَکَم کی تلاش وجستجو میں رہتے جس کا فیصلہ دونوں کیلئے قابل قبل ہو، یوں یہ طریقہ کار عہد رسالت تک جاری تھا۔"(27)

العجلانی کہتے ہیں

كان الناس اول الا مر يحلون خصوماتهم بطريقة التحكيم التى عرفوهافى الجا هلية و كانوا بالخيار بين القبول بقضاء الحكَم او رفضه حتى ان بعضهم احتكم الى رسول الله ﷺ نفسه ولم يرض بحكمه ،فنزلت هذه الاية فلاوربک لایؤمنون-----الخ(28)

"شروع شروع میں لوگ اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تحکیم کے طریقہ سے کرتے تھے جو انہوں نے زمانہ جاہلیت ہی سے سیکھ رکھا تھا اور حکَم کا فیصلہ ماننے یا رد کرنے میں وہ آزاد تھے، یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اپنا کیس نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا لیکن آپ ﷺ کے فیصلہ سے راضی نہ ہوا۔ چنانچہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجربینهم----الخ"(29)

ترجمہ:۔ نہیں (اے پیغمبر) تمھارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمھیں فیصل نہ مانے۔

حضورؐ کے منصب قضاء سنبھالنے اور تائید الٰہی آجانے کے بعد زمانہ جاہلیت کا وہ رواج ختم ہوا کہ ایک قاضی یا حکَم کا فیصلہ منظور نہ ہو تو دوسرے اور تیسرے کے پاس جاکر مقدمہ پیش کیا جائے اور جب تک من پسند فیصلہ سامنے نہ آئے حکَم بنانے کا سلسلہ جاری رہے۔ چنانچہ اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی ریاست کے باشندوں پر لازمی قرار دیا گیا کہ وہ اپنے تنازعات کا فیصلہ بارگاہ نبوی سے کرائیں۔ اور جو بھی فیصلہ اس عدالت عظمی سے صادر ہو اس کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔

اسلام جب اپنی تمام تر شفقتوں کے ساتھ جزیرہ العرب پر سایہ فگن ہوا اس نے حق وانصاف کا بول بالا کرنے اور لوگوں کی آسانی کیلئے عربوں کے اس روایتی طریقے یعنی تحکیم کو غیر معمولی اہمیت دی، حقوق اللہ کی بجائے حقوق العباد پر زور دیا اور حقوق العباد کی بہتر ادائیگی میں سہل الحصول انصاف کو کلیدی حیثیت عطاء کی ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں معاشرہ بہت سادہ تھا۔ پیچیدہ معاشی اور معاشرتی زندگی سے لوگ قطعاناواقف تھے۔ اس دور کا اہم معاملہ گھریلو زندگی کا ہوتا تھا کیونکہ اسی پر پورے خاندان کی صلاح وبقاء کا دارومدار ہوتا تھا جو بالواسطہ طور پر معاشرہ کو شکست وریخت سے تحفظ دینے کی ضمانت بنتا تھا۔ چنانچہ گھریلو ناچاقی کے تصفیہ کیلئے اللہ تعالی نے تحکیم کا حکم دیا۔ ارشاد ہوا۔

وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكَمامن اهله وحكَمامن اهلهاان يريداا‌صلاحايوفق الله بينهما(30)

"اگر تمھیں زوجین کے درمیان چپقلش پیدا ہونے کا ڈر ہو تو ایک حکَم خاوند کے خاندان کی طرف سے اور ایک بیوی کے خاندان کی برف سے مقرر کرو۔ اگر زوجین کا اصلاح احوال کا ارادہ ہو اللہ تعالی انہیں اس کی توفیق دیگا۔"

تحکیم کے بارے میں اگر ہم عمیق انداز سے غوروفکر کریں تو اس میں دو قسم کی بھلائی ہے ایک تو یہ کہ اس کے ذریعے مختلف فیہ معاملہ حل ہو جاتا ہے اور دوسری یہ کہ قاضی کی عدالت کی برعکس معاملہ صلح کے ذریعے سے طے پاجاتا ہے جس کی وجہ

سے دلوں کی کدورت اور بغض ختم ہو جاتا ہے علاوہ ازیں تحکیم کی صورت میں معاملات حل کرنے میں آسانی کا پہلو بھی موجود ہے جو اسلام کو مطلوب ہے ارشاد خداوندی ہے۔

یرید اللہ بکم الیسرولا یریدبکم العسر(31)

"اللہ تعالی تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔"

اور یہ بات واضح ہے کہ آسانی تحکیم میں ہے کیونکہ فریقین جہاں کہیں بھی ہوں معمولی اُجرت پر ثالث مقرر کر کے اپنا تنازعہ حل کرا سکتے ہیں اور یہ سہولت عدالتی نظام میں موجود نہیں۔ باقاعدہ عدالتی نظام میں قاضی سماعت کیلیے ایک خاص تاریخ مقرر کرتا ہے اس کا ایک خاص دفتر ہوتا ہے جہاں اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور اس طرح اس میں جہد ومشقت اور وقت ومال کا ضیاع ہوتا ہے۔ طویل عدالتی نظام سے نجات، مالی بچت، دشمنیوں کا ختم ہونا، ثالثوں تک رسائی میں آسانی، شریعت کی پاسداری، خاندانی مسائل کی پردہ پوشی اور دیگر فوائد کی وجہ سے لوگ ریاست کے تشکیل کردہ عدالتی نظام کے بجائے اپنے مسائل تحکیم کے ذریعے حل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

خلاصہ بحث

اصطلاحِ شریعت میں تحکیم ایسا عقد ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ افراد اپنے مابین جاری تنازع یا مستقبل میں واقع ہونے والا تنازع میں قاضی کے پاس جانے کے بجائے ایک فرد یا ایک سے زیادہ افراد کو حل کرنے کا اختیار دینے پر اتفاق کرلیں۔

تحکیم کی مشروعیت کتاب اللہ، سنتِ رسول، تعاملِ صحابہ، ماقبل کی شریعتوں اور قیاس سے ثابت ہے۔

اسلام سے پہلے عربِ جاہلیہ میں تحکیم کا واضح تصور موجود تھا عرب کسی پیش آمدہ قضیے اور مسئلے میں درست حکم جاننے کیلئے عرافوں اور کاہنوں سے بھی رجوع کرتے تھے اور اپنے تنازعات میں ان کو حَکَم بناتے تھے

اسلام نے عوام الناس کی سہولت کے خاطر عرب جاہلیہ کے ان رسوم ورواجات بشمول تصورِ تحکیم کو سند جواز عطاء کی جو اسلام کی بنیادی تعلیمات کے ساتھ متصادم نہیں تھی۔

تنازعات کے حل کیلئے شریعتِ اسلامیہ نے آسان تر طریق کو ترجیح دی ہے اور یہ آسانی جس قدر تحکیم میں ہے عدالتی نظام میں موجود نہیں ہے تحکیم میں مصالحت کا پہلو غالب ہونے کی وجہ سے تنازعہ تصفیہ ہونے کے ساتھ ساتھ فریقین کے دلوں کی کدورتیں بھی ختم ہو جاتی ہیں نیز طویل عدالتی نظام سے نجات، مالی بچت، دشمنیوں کا ختم ہونا، ثالثوں تک رسائی میں آسانی، شریعت کی پاسداری، خاندانی مسائل کی پردہ پوشی اور دیگر فوائد کی وجہ سے لوگ ریاست کے تشکیل کردہ عدالتی نظام کے بجائے اپنے مسائل تحکیم کے ذریعے حل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

حوالہ جات

[1] ابنِ منظور، لسانُ العرب۔ مادہ۔ ح، ک، م

[2] البرقانی، مسعد عواد حمدان، التحکیم فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص 31، مکتبہ دارالایمان مدینۃ المنورہ، ط اول 1994

[3] فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، مادہ، ح۔ک۔م

[4] مجلۃ الاحکام العدلیہ، مادہ 1790

[5]البرقانی، مسعد عواد حمدان، التحکیم فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص33

[6]ایضاً

[7]مومن حسین، الوجیز فی التحکیم شروطہ اقسامہ اجراءاتہ احکامہ شرعاو قانونا، بحث مقارن، ص10 بیروت مطبعہ الفجر 1977

[8]النساء، 35

[8]النساء، 36

[9]المائدۃ، 42، 41

[10]البرقانی، مسعد عواد حمدان، التحکیم فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص64

[11]البرقانی، مسعد عواد حمدان، التحکیم فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص65

12 ایضا، ص73

13 ایضا، ص74

[14]البیہقی، احمد بن حسین، سنن البیہقی الکبریٰ، باب القاضی لایحکم، ج10، ص144، مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمہ، 1994

[15]ابنِ قدامہ، المغنیٰ، ج10، ص190، مکتبۃ القاھرہ، 1938

[16]بخاری، صحیح البخاری، ج3، ص186، وبدرالدین عینی، عمدۃ القاری، ج13، ص284، داراحیاء التراث العربی بیروت ط پنجم، 2001

[17]یحیٰ بن حسین بن اسماعیل بن زید الحسینی الشجری الجرجانی، ترتیب الأمالی الخمیسیۃ، ج2، ص3، دارالکتب العلمیہ بیروت 2001

[18]محمد شفیع، معارف القرآن، ج2، ص405

[19]ابنِ سعد، الطبقات الکبریٰ، ج4، ص22، 21

[20]مسعودی، علی بن حسین بن علی، مروج الذھب، ج2، ص442، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط اول

[21]قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح المسلم، محولہ بالا، ج2، ص77

[22]مسعودی، علی بن حسین بن علی، مروج الذھب، ج2، ص83

[23]مسعودی، علی بن حسین بن علی، مروج الذھب، ج2 ص19

[24]العجلانی، منیر، عبقریۃ الاسلام فی عہد الحکم، ص326، دمشق، سن ندارد

[25]البرقانی، مسعد عواد حمدان، التحکیم فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص20

[26]شہناز، نوراحمد، ڈاکٹر، نفاذِ حدود، ص110

[27]العجلانی، منیر، عبقریۃ الاسلام فی عہد الحکم، ص327

[28]النساء: 65

[29]النساء، 35

[30]البقرۃ، 185

[31]لبقرۃ، 185